شورش کاشمیری

اقبال

میرا یہ عقیدہ ہے کہ مسلمانوں نے پچھلی صدی میں دو عظیم علمی وجود پیدا کئے ہیں۔ علامہ اقبال اور مولانا ابوالکلام آزاد۔ اوّل الذکر کو مسلمانوں کی بے پناہ عقیدت لے ڈوبی ہے اور ثانی الذکر کو مسلمانوں کی بے پناہ نفرت۔

مسلمانوں نے علامہ اقبال سے جو عقیدت استوار کی ہے اس کا رشتہ دماغی نہیں قلبی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دل کی محبت ہمیشہ اندھی ہوتی ہے۔ مسلمان اقبال کے نام سے محبت کرتے ہیں، لیکن اقبال کے کلام کو صرف گاتے یا گواتے ہیں۔ ع

میرا یاراں غزل خوانے شمردند

اس میں کوئی شک نہیں کہ اقبال نے ہندوستانی مسلمانوں کی فکری زندگی پر سرسید کے بعد سب سے زیادہ اثر ڈالا ہے۔ وہ اپنے فکری خطوط کی بنیاد پر جس انقلاب کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے اگر وہ برپا ہو تو مسلمانوں کی جدید صورت حالات کا نقشہ ہی بدل جاتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کی عملی زندگی اس کے فہم ہی سے معذور ہے

اس کے برعکس مولانا ابوالکلام آزاد کا تبحر علمی مسلمانوں کی سیاسی تنظیم کے ہتھے چڑھ گیا۔ اور نتیجہ معلوم کہ مسلمانوں نے من حیث الجماعت ان کے افکار کو بھی متہم ٹھہرایا۔ دونوں ایک دوسرے کے معاصر تھے لیکن دونوں ایک دوسرے سے دور۔ دونوں میں معاصر ہونے کا بُعد تھا۔ لیکن دونوں میں بعض باتیں قدرِ مشترک کا درجہ رکھتی تھیں۔ مثلاً

۱۔ دونوں تخلیہ پسند تھے اور دونوں کو کبھی ہجوم کی معیت پسند نہیں آئی۔

۲۔ دونوں کے گردوپیش ایک خاص ڈھب کے عقیدت مند جمع ہوتے تھے۔

۳۔ دونوں کے ذہنی خطوط دو مختلف تحریکوں اور دو مختلف رہنماؤں کی طرف راجع تھے۔

اقبال، قائداعظم کو دیکھتے تھے اور خود گوشہ نشین تھے یعنی عمل سے الگ تھلگ گویا ان کا فکری ایک عمل تھا۔ ابوالکلام، گاندھی جی کے ہمقدم تھے اور اقبال کے برعکس اپنے نظریات کے لئے صعوبتیں بھی جھیلتے تھے۔

۴۔ دونوں عوام میں گھلنے ملنے کی بہ نسبت عوام سے پرے رہنے میں ذہنی مسرت محسوس کرتے تھے۔

۵۔ دونوں "انا" کے سدربالمنتٰہی پر تھے۔

۶۔ دونوں کی ذاتی زندگی کے اعمال وافعال میں شروع سے آخیر تک، عجیب وغریب یکسانیت پائی جاتی ہے۔ جس سے INTELLECTUALS کی سیرت کے برگ وبار سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

راقم الحروف کو حضرت علامہ سے ذاتی نیاز حاصل نہ تھا۔ ایک دفعہ اسکول لائف میں ہم دو چار دوست ان کے ہاں سلام عقیدت کے لئے گئے تو حضرت علامہ نے جو کوٹھی کے برآمدے ہی میں کھڑے تھے ملنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ نہایت درشت لہجہ میں فرمایا۔ واپس جاؤ۔

۱۹۳۶ء میں مولانا ظفر علی خاں کی معرفت ان سے تعارف ہو گیا مگر ان سے میل ملاپ میرے خیال میں چنداں آسان نہ تھا۔ وہ اپنی زندگی میں بڑے ہی سخت مزاج تھے۔

آزاد ہند فوج میں جس خاتون نے رانی جھانسی کا لقب پایا غالباً اس کی والدہ ۱۹۳۷ء میں مختلف شہر وں کا دورہ کر رہی تھیں۔ مدراس سے لاہور پہنچیں۔ علامہ اقبال کے ہاں گئیں۔ اتفاق سے مولانا ظفر علی خاں اور راقم الحروف علامہ کے ہاں موجود تھے۔ اور حضرت علامہ ہمیں صحن میں بٹھا کر خود اندر کھانا کھانے تشریف لے گئے تھے۔ وہ خاتون جلدی میں اندر ہی چلی گئیں۔ لیکن الٹے پاؤں منہ بسورے واپس آئیں۔ مولانا ظفر علی خاں نے دریافت کیا تو پتہ چلا حضرت علامہ نے سخت الفاظ میں ڈانٹا ہے۔ اتنے میں علامہ بھی باہر تشریف لے آئے، ان کا غصہ اور تیز ہو گیا۔ بڑے ہی تیز کلمے کہے اور جب وہ بیک بینی، دو گوش نکل گئی تو فرمایا:

"دیکھئے نا یہ بڑھیا جوان لڑکی ساتھ لئے پھرتی ہے۔ اور اس پر کتنا مستزاد ہے۔ اس کو خبر نہیں کہ یہ مسلما کا مکان ہے۔"

سو اتفاق سمجھیئے کہ حضرت علامہ کو مزید ایک دو بار اسی مزاج میں پایا۔۔۔ آج تک میرا ذہن عقیدت مندی کے باجود اس خیال میں پکا ہے کہ وہ مزاجاً۔ "نسیم سحر" نہ تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اسی مزاج کے بزرگ ہیں۔ ان کی طبیعت میں بھی استغنا، مزاج میں انا اور چہرے پر بے نیازی مسلط ہے۔ وہ عقیدت مندوں کو ہمیشہ کھیت کی کھاد سمجھتے ہیں۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری جو علامہ اقبال کے مخلصین میں سے تھے۔ عموماً کہا کرتے ہیں:

اقبال کا قلم تمام عمر صحیح رہا۔ اور قدم اکثر و بیشتر غلط۔ لیکن ان کا یہ خیال کچھ جچتا نہیں۔ کیوں کہ اقبال نے کبھی کوئی قدم نہیں اٹھایا، وہ یا تو پکارتا رہا یا للکارتا رہا یا پھر برسے کی طرح لہراتا رہا۔ ع

وہ اک مرد تن آساں تھا تن آسانوں کے کام آیا

میں اقبال کو مشرق کا کارل مارکس سمجھتا ہوں اور کارل مارکس کو مغرب کا اقبال۔ اور جب مجھ سے میرے دوست اس کی توجیہہ چاہتے ہیں تو میرا وجدان الفاظ کو گنگ پاتا ہے۔

سیدنا معاویہ پر اعتراضات کا علمی تجزیہ

پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی (قیمت: =/200 روپے)

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان (فون: 511961)